OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 4, Issue 1 (January-March 2021)

دینی نصاب تعلیم کے مثبت و منفی اثرات: ایک تحقیقی مطالعہ

A Research Study of the Positive and Negative Effects of Islamic Curriculum

Asma Arif

Doctoral Candidate Islamic Studies, The University of Faisalabad

Dr. Muhammad Ramzan Najam Barvi

Assistant Professor of Islamic Studies, The University of Faisalabad

Dr. Izfar Haider

Assistant Professor of Islamic Studies & Arabic, The University of Faisalabad

Abstract

In most Islamic countries, including Pakistan, the education system consists of two types. One of them is purely religious education system which is also called syllabus of Islamic schools and its competitors are modern and modern teaching institutions. The history of religious schools in Pakistan is very old. Dars-e-Nizami has been given much importance in the syllabus of religious institutions. Madrassas have had far-reaching effects. Students of religious schools have a very important role to play in the propagation of Islam. While the students of religious schools have played an important role in the promotion of Urdu, they have also developed the Arabic language. Students of religious schools have played a leading role in political and social movements in the history of subcontinent. Today, Islamic religious schools are facing many challenges. One of them is the issue of curriculum change and on the other hand, there are also economic problems of students. The allegation of the extremism and jihadi education is huge challenge for the future generation. The Islamophobia after 9/11 is emerging

CC BY

problem. This article examines the positive and negative effects and role of Islamic students.

Key word: Syllabus, religious schools, effects

تمہید

پاکستان سمیت اکثر اسلامی ممالک میں تعلیمی نظام دو اقسام پر مشتمل ہے۔ ان میں سے خالصتا ایک دینی تعلیمی نظام جس کو مدارس اسلامیہ کا نصاب بھی کہتے ہیں اور اس کے مد مقابل عصری اور جدید تعلیم پڑھانے والے ادارے ہیں۔ جن میں اسکول کالجز، یونیورسٹی اور دیگر انسٹیٹیوشن بھی ہیں. پاکستان میں دینی مدارس کی تاریخ بہت ہی قدیم ہے۔ دینی مدارس کے نصاب میں درس نظامی کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ درس نظامی کے علوم وفنون میں صرف، نحو، منطق، فلسفہ، ریاضی، علم بیان، علم اصول فقہ علم کلام، تفسیر، اصول تفسیر، مناظرہ، عربی ادب اور علم عروض وغیرہ کو شامل کیا گیا ہے۔ مدارس اسلامیہ کے بہت سے دور رس اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ دین اسلام کی اشاعت اور تبلیغ میں دینی مدارس کے طلبہ کا بہت ہی اہم کردار ہے۔ دینی مدارس کے طلباء نے جہاں ایک طرف اردو کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے تو وہی پر دینی مدارس کے فضلاء نے عربی زبان کو بھی بہت ترقی دی ہے۔ دینی مدارس کے طلبا نے سیاسی اور سماجی تحریکوں میں بھی صف اول کا کردار ادا کیا ہے۔ آج دینی مدارس کو بہت سے چیلنجز کا سامنا ہے۔ جہاں ایک طرف نصاب کی تبدیلی مسئلہ ہے تو دوسری طرف طلباء کے معاشی مسائل بھی ہیں۔ مدارس اسلامیہ کے چیلنجز میں سے ایک سب سے بڑا چیلنج جو عصر حاضر میں مغرب اور دیگر ممالک کی طرف سے انتہا پسندی اور جہادی تعلیم وغیرہ کا ہے۔ پھر 9/11 کے بعد اسلام فوبیا جیسے چیلنجز سے بھی نبرد آزما ہونا ہے۔ اس آرٹیکل میں دینی مدارس کے مثبت اور منفی اثرات اور کردار کا جائزہ لیا گیا ہے اور آخر میں اس کے متعلق سفارشات بھی پیش کی گئی ہیں۔ پاکستان میں بنیادی طور پر دو نصاب تعلیم رائج ہیں ایک نصاب خالص جو کہ اسلامی علوم وفنون پر مشتمل ہے۔ جس میں قرآن وحدیث کے ساتھ اسلامی علوم وفنون کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ جبکہ دوسرا نصاب تعلیم عصری اداروں کا ہے۔ عصری اداروں سے مراد انگریزی، سائنس اور ٹیکنالوجی وغیرہ کی تعلیم دینے والے ہیں۔ جس یں ایک مضمون کے طور پر دینیات اور اسلامیات کی تعلیم کا بندو بست بھی کیا گیا ہے۔

تعلیمی نصاب کا مفنی و مفہوم

حصول علم کے لیے جو کتب و تجاویز بشمول غیر نصابی سرگرمیوں کا نام تعلیمی نصاب ہے۔ تعلیمی نصاب دو الفاظ کا مجموعہ ہے۔ تعلیم کا مادہ علم سے ہے اور تعلیم کی تعریف یوں ذکر کی گئی ہے۔ "علیم کا کلمہ "علم" سے مشتق ہے جس کے معانی میں ادراک، شعور، حکمت، معرفت، مشاہدہ، تجزیہ اور تفکر شامل ہیں۔ گویا تعلیم کی اصطلاح بھی ایجوکیشن اور انسٹرکشن کی طرح "علم" کے ایک شخص سے دوسرے کو منتقل کرنے کے عمل کے معانی میں استعمال ہوتی ہے۔" ([1]) نصاب تعلیم کی بہت سی تعریفیں ذکر کی گئی ہیں۔ ذیل میں چند ایک مشہور اور عام فہم تعریفیں ذکر کی جاتی ہیں۔ "نصاب سے مراد ہے مطالعاتی کورس، مطلوبہ تدریسی نتائج، منظم تدریسی سرگرمی / سرگرمیاں، متعمین کی سرگرمیاں (منظم) اور تدریسی تجربات۔" ([2])

دینی تعلیمی نصاب ایک تعارف

دینی تعلیمی نصاب پاکستان سمیت ہندوستان کے اکثر مدارس میں رائج ہے۔ دینی تعلیمی نصاب سے مراد وہ نصاب لیا جاتا ہے جو کہ آج اکثر مدارس میں درس نظامی کے نام سے مشہور ہے۔ مدارس عربیہ کے نصاب کی تعریف سید ابو الحسن ندوی یوں ذکر کرتے ہیں: یہ وہ علمی اور کتابی وسیلہ ہے جو اسلام سے گہری اور براہ راست واقفیت اور اسلام کے مستند علمی اور تاریخی ماضی سے ربط پیدا کرتا ہے اور ایسے اشخاص کے پیدا کرنے میں معاون ہوتا ہے جو مسلمانوں کی مکمل رہنمائی کے اہل ہو سکتے ہیں۔" (3) موجودہ درس نظامی کا نصاب جو کہ ملا نظام الدین سہالوی کا مرتب کردہ ہے۔ مغلیہ دور میں انہوں نے فرنگی محل میں مدرسہ کی بنیاد رکھی اور وہاں پر درس نظامی کے نام سے نصاب مرتب کیا۔ اس نصاب میں عقلیات، منطق و فلسفہ کے ساتھ ساتھ قدیم علوم عقلیہ ونقلیہ پر خصوصی توجہ دی گئی۔ موجودہ دور میں درس نظامی کے اہم کتب مع عنوان درج ذیل ہیں۔

فنون	کتب
صرف (عربی)	میزان، منشعب، پنج گنج، صرف میر، علم الصیغہ، فصول اکبری، دستور المبتدی، زراوی، زنجانی، صرف بہائی، مراح الارواح، شافیہ
نحو (عربی)	نحو میر، نظم مائۃ عامل، شرح مائۃ عامل، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامع، تسہیل الکافیہ، حاشیہ شرح جامی
منطق	صغری کبریٰ، ایساغوجی، مرقات، شرح تہذیب، معلم العلوم، شرح مسلم قاضی مبارک، حمد اللہ، شرح ملاحسن، رسالہ میر زاہد، قطبی، میر قطبی
حکمت و فلسفہ	میبذی، صدرا، شمس بازغہ، ہدیہ سعیدیہ
ریاضی و ہئیت	تصریح، شرح چغمینی، تحریر اقلیدس، تشریح الافلاک، خلاصہ الحساب
معانی وبیان	تلخیص المفتاح، مختصر معانی، مطول
	خلاصہ کیدانی، منیۃ المصلی، نورالایضاح، قدوری، کنز الدقائق، شرح وقایہ، ہدایہ اولین، ہدایہ آخرین، سراجی
اصول فقہ	اصول الشاشی، نورالانوار، حامی، توضیح تلویح، مسلم الثبوت
کلام وعقائد	شرح مواقف، شرح عقائد جلالی، شرح عقائد نسفی، خیالی
تفسیر	بیضاوی، جلالین، کشاف، مدارک التنزیل
اصول التفسیر	فوزالکبیر فی اصول التفسیر
حدیث	مشکوۃ المصابیح، صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، شمائل ترمذی
اصول احدیث	نخبۃ الفکر

- مناظرہ رشیدیہ
- ادب عربی مقامات حریری، دیوان متنبی، دیوان حماسہ، سبعہ معلقہ، مفید الطالبین، نفوز المبین، نفحۃ العرب
- عروض عروض المفتاح (ماخوذ مفتاح العلوم)

نصاب مدارس کے مقاصد

ویسے تو بہت سے محققین نے مختلف انداز میں درس نظامی کے نصاب کے مقاصد ذکر کئے ہیں۔ مگر ذیل میں چند ایک محققین کے نقل کردہ مقاصد ذکر کئے جاتے ہیں۔ پروفیسر حافظ نذر احمد نے اپنے ایک مقالہ میں درج ذیل مقاصد ذکر کئے ہیں۔

"(الف) درس نظامی اور مروجہ تمام علوم وفنون کی تدریس سے مقصد مطلوب کتاب وسنت کے حقائق کا علم ہے۔

(ب) اصلاح امت اور تہذیب اخلاق کے لیے طلباء کو تیار کرنا۔

(ج) اپنے مسلک کی وضاحت واشاعت، حفاظت دین اور اشاعت اسلام

(د) طلباء کی اصلاح نفس اور اصلاح اعمال

(ہ) رضائے الٰہی اور نجات اخروی کے لیے تعلیم وتدریس نہ کہ کسی دنیوی مفاد کے لیے

(و) خدمت خلق کرنے والے اہل علم تیار کرنا۔

(ز) کتاب وسنت کے حقائق سے آگاہی

(ح) ایسے اصحابِ فکر ونظر تیار کرنا جو علم دین پر گہری نظر رکھتے ہوں۔"(4)

مسلمانوں کی ایک قدیم تاریخ ہے۔ ثقافت اور قومی ورثہ میں ملنے والے علوم وفنون کا تحفظ بھی مدارس دینیہ کے نصاب کے ذریعہ سے کرنا۔ اس سلسلہ میں وہ لکھتے ہیں: "مدارس کے اساتذہ، ارباب اختیار اور طلبہ کا اس وقت سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ اسلام کے احیاء اور مسلمانوں کی از سر نو زندگی کی کوشش کریں۔"(5)

دینی نصاب تعلیم کے اثرات

دینی نصاب تعلیم کا سب سے بڑا بنیادی مقصد دین کی تعلیم ہی ہے۔ ذیل میں دینی نصاب تعلیم کے اثرات کو درج ذیل ذیلی اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔

دینی نصاب تعلیم کے مذہبی و دینی اثرات

دینی نصاب تعلیم جس بڑا مقصد اشاعت دین ہے۔ ذیل میں ان اثرات کا ذکر کیا جارہا ہے۔

اشاعت دین و تبلیغ کے اثرات

دینی نصاب تعلیم کا سب سے بڑا مقصد دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ ہے۔ دین ایک جامع اصطلاح ہے۔ دین کا مفہوم مفتی عبد القیوم ہزاروی یوں ذکر کرتے ہیں: "دین سے مراد دین اسلام ہے چونکہ یہ دین انسان کی دنیوی واخروی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے بیان کردہ طریقہ کا نام ہے اسی لیے یہ دین انسان کی دونوں زندگیوں سے متعلق امور پر بحث کرتا ہے۔ یہ امور جسمانی ہوں روحانی یا عقلی ہوں، شخصی ہوں یا اجتماعی پھر یہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے متعلق، دین اسلام ان سب امور پر مشتمل ہے۔"(6) ذیل میں دینی نصاب تعلیم کے من جملہ اثرات ذکر کئے جائیں گے۔

علوم دینیہ کی وسعت کے اثرات

مدارس دینیہ کا نصاب بہت ہی وسیع ہے۔ نصاب میں وسعت کے اثرات بچے کی ذہنی کیفیت پر مرتب ہوتے ہیں۔ جس سے اس کے اندر ایک ملکہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس ملکہ کی وجہ سے اس کے سامنے دیگر علوم کا سیکھنا آسان ہو جاتا ہے۔ دینی تعلیم کی وسعت کے بارے میں مفتی عبدالقیوم ہزاروی لکھتے ہیں: "دینی تعلیم چونکہ علوم دینیہ سے متعلق ہے لہٰذا اس تعلیم کا دائرہ کار جملہ علوم دینیہ کو محیط ہو گا۔"(7)

دارالافتاء کے اثرات

پاکستان میں دینی مدارس نصاب تعلیم کے فارغ التحصیل علماء مسند افتاد پر بیٹھتے ہیں اور کئی لوگ ان سے روزانہ کی بنیاد پر مسائل اور فتوی طلب کرتے ہیں۔ دارالافتاء کے اثرات و تعارف کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ "پاکستان میں اکثر مدارس میں فتویٰ نویسی کا اہتمام ہے۔ جہاں سے ضرورت مند دینی مسائل میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ میراث، تقسیم جائیداد، نکاح، طلاق، حلال و حرام اور عملی زندگی کے بے شمار دوسرے مسائل ہیں۔ جن میں ہر دم رہنمائی اور صحیح نقطہ نظر معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مدارس عربیہ کے دارالافتاء قوم کی یہ ضرورت باحسن وجوہ پوری کر رہے ہیں۔۔۔۔ یہ دارالافتاء بالفاظ دیگر شرعی عدالتوں کے قائم مقام ہیں۔ حکومتِ وقت اور اس کی عدالتوں کو بہت سے تنازعات اور مقدمات میں قابل قدر مدد مہیا کرتے ہیں۔ بہت سے مقدمات میں عدالتیں ان کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ ان کی شہادت اور رائے کو ترجیح دیتی ہیں۔"(8)

دینی نصاب تعلیم کے معاشرتی و علمی اثرات

دینی نصاب تعلیم معاشرے کی اصلاح میں اہم کردار ادا کرتا ہے، لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ دینی نصاب تعلیم کو انہی مقاصد کے تحت استعمال کیا جائے تاکہ نصاب تعلیم کے مقاصد کی روشنی میں افراد اور معاشرے کی فکری نشو و نما اسلام کے مطابق ہو۔ فکری اصلاح کا کام مؤثر نصاب تعلیم کے ذریعے کی جا سکتی ہے۔ اس کے ذریعے لوگوں میں شعور پیدا کیا جائے کہ جو معاشرہ میں خرابیاں ہیں وہ ایسی خرابیاں ہیں جو قومی اخلاقی اور دینی لحاظ سے معاشرے کے انتشار اور بے راہ روی کا سبب ہیں۔ معاشرہ کے لئے ضروری ہے لوگ انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنی اصلاح قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق کر سکیں اور ایک پر امن فلاحی اسلامی معاشرہ قائم ہو۔ مگر افسوس یہ ہے کہ نصاب تعلیم نے جو کچھ پیش کیا اور جو فضا تیار کی، اس میں اچھائی اور برائی کی تمیز ختم ہو گئی ہے۔ عوام پر ایسے نظریات مسلط کئے جا رہے ہیں جس سے معاشرے میں منفی مذھبی و سیاسی اور اخلاقی رجحان فروغ پا رہا ہے۔

سوشل میڈیا اور جدید ذرائع کا استعمال

درس نظامی کے فضلاء علماء، اس وقت بھرپور انداز میں سوشل میڈیا کا سہارا لے کر دین کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ دینی نصاب کو سوشل میڈیا کے ذریعے سے پڑھایا جا رہا ہے کیونکہ آج انٹرنیٹ کی دنیا میں اس ہتھیار کو استعمال نہ کرنا بیوقوفی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے: "انٹرنیٹ کے تکنیکی دائرہ کار کا بغور جائزہ لے کر اندازہ لگانا چاہیئے کہ اسلام کا پیغام پھیلانے، اسلامی تہذیب و ثقافت کو متعارف کرانے اور اسلام کی حقیقی صورت پیش کرنے کے لیے کیا کچھ کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال یہ کام فرد نے کرنا ہے۔ اگر فرد میں ایمان، فہم، شعور، قوت استدلال، راست نقطہ نظر اور موزوں لب و لہجہ میں بات کرنے کی صلاحیت موجود ہے تو وہ اسلام کا سفیر بن کر اس میدان میں قابل قدر خدمات انجام دے سکتا ہے۔"(9)

آئمہ مساجد کی تیاری اور ان کا معاشرہ میں مقام:

درس نظامی کے نصاب تعلیم کا ایک مقصد آئمہ مساجد کی جماعت تیار کرنا ہے۔ امام مسجد معاشرہ میں بطور مصلح ہے۔ امام مسجد کے ایک گاؤں اور شہر و محلہ میں کافی اثر و رسوخ ہوتے ہیں۔ آئمہ مساجد کے کردار کے بارے میں پروفیسر مسلم سجاد لکھتے ہیں: " اب ایسے اسلامی معاشرہ کا تصور نہیں کیا جاتا جس میں مساجد کا نظام اہل محلہ رضاکارانہ طور پر چلائیں اور اس کے لیے کسی باقاعدہ مقررہ امام اور مؤذن کی ضرورت نہ ہو۔ اس لئے ان مدارس کا ایک بنیادی کام یہ برقرار رہے گا کہ ملک کی مساجد کے لیے تربیت یافتہ امام تیار کئے جائیں۔ "(10) لہذا آج ضرورت اس امر کی ہے کہ مدارس اسلامیہ کے وہ فاضلین جو امامت کا فریضہ سرانجام دینا چاہتے ہوں ان کی تربیت اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ انہوں نے معاشرہ میں اصلاح کا کام سرانجام دینا ہے۔

نصاب تعلیم کے سیاسی اثرات

تحریک آزادی میں مدارس دینیہ کے فضلاء نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ آج بھی اگر دیکھیں تو مدارس دینیہ کے فضلاء ملکی سیاست میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ جمیعت علماء پاکستان کے بانی شاہ احمد نورانی، جمیعت علماء اسلام کے بانی مفتی محمود اس طرح عبدالستار خان نیازی مدارس کے فارغ التحصیل تھے۔ برطانوی استعمار کے خلاف تحریک میں مدارس دینیہ کے فضلاء پیش پیش تھے۔ پروفیسر مسلم سجاد لکھتے ہیں: " برطانوی دور میں دینی مدارس نے اسلامی علوم کی شمع روشن رکھنے کا اور ایک محدود دائرہ میں اسلامی اقدار کے تحفظ کا جو کردار ادا کیا ہے اس کی تحسین امت مسلمہ کا ہر بہی خواہ کرتا ہے لیکن قیام پاکستان کے تاریخ ساز واقعہ نے دینی مدارس اور ان کے قائدین علماء کے سامنے جو چیلنج پیش کیا، کیا یہ مدارس اس کا جواب دے سکے؟ وہ چیلنج کیا تھا؟ آزادی کی تحریک اسلام کے نام پر چلائی گئی۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کے نعرے لگائے گئے اور عام مسلمانوں نے محض اسلامی ریاست اور اسلامی معاشرہ کے خواب دیکھ کر اس تحریک کے لیے اپنا تن من دھن لٹا دیا۔ "(11) پاک و ہند کی تحریک آزادی میں دینی مدارس کے فضلاء کا کردار اہم ہے۔ مدارس اسلامیہ کی تحریک کے اثر کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ " اس تعلیم و تربیت، حق پسندی، اخلاقی جرأت اور ضمیر کی آزادی و بیداری کا نتیجہ تھا کہ ہندوستان میں انگریزی اقتدار کے مقابلے کی پہلی صدا اسی دینی طبقہ اور علماء کے حلقے سے بلند ہوئی۔ اس نے سب سے پہلے اس خطرے کو محسوس کیا اور انگریزی اقتدار کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا۔ "(12)

وفاق / تنظیم کے قوانین کی پابندی

پاکستان میں مدارس اپنے اپنے مسلک کے وفاق کے ساتھ ایک اکائی کی طرح جڑے ہوئے ہیں۔ اصل میں یہ نصاب تعلیم ہی کا کمال ہے کہ مدارس وقدیم نصاب تعلیم سے اس قدر انس ہے کہ وہ اپنے اپنے وفاق کے قوانین کی پابندی کرتے ہیں اسی سلسلہ میں سید معروف شاہ شیرازی لکھتے ہیں: " ہر مسلک اپنے وفاق کو تسلیم کرے اور ان کا بنایا ہوا نظام اور نصاب اپنے مدرسے میں رائج کرے اور جتنے بھی مدارس یا جامعات وفاق کے تحت ہوں ان کی درجہ بندی کی جائے اور حکومت کسی بھی ادارے کو رجسٹر ڈ نہ کرے۔ تاوقتیکہ وہ وفاق کی طرف سے سرٹیفکیٹ پیش نہ کرے۔ "(13)

عربی زبان و ادب کی ترویج میں کردار

دینی مدارس نے عربی کی ترویج اور اس کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث اور قدیم کتب کا ذخیرہ سب کا عربی زبان میں ہے جیسا کہ سید محمد ناظم ندوی لکھتے ہیں: " قرآن کریم کی زبان عربی ہے تمام احادیث کے مجموعے عربی زبان میں ہیں۔ وحی الہی کی زبان عربی ہے۔ اس زبان کے جو دقیق اشارات، عمیق مجازات، وسیع کنایات،

استعارات اور زبان و بیان کے لیے بے شمار معانی ہیں۔ عربی زبان ایک بڑی وسیع زبان ہے۔"[14] علماء نے عربی زبان کو برصغیر پاک وہند میں رائج کرنے میں بڑا کردار ادا کیا بلکہ سید ابو الحسن ندوی عربی کی ترویج و اشاعت کو مدارس دینیہ کا فرض قرار دیتے ہیں لکھتے ہیں: "مدارس کی چار دیواری سے باہر علماء کا دوسرا فرض یہ ہے کہ ہندوستان میں عربی زبان کی اشاعت کی کوشش کریں اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ عربی سیکھنے کا شوق دلائیں۔ دین کی صحیح حقیقت سمجھنے کے لیے، اس کے سرچشموں سے براہ راست سیراب ہونے کے لیے اور ان غلط فہمیوں اور بے اعتدالیوں سے بچنے کے لیے جن میں بہت سے دیندار، نیک نیت لیکن بہت سے واسطوں سے اسلام تک پہنچنے والے مسلمان مبتلا ہوتے ہیں۔ عربی زبان سیکھنا اور براہ راست قرآن وحدیث کا مطالعہ کرنا بے حد ضروری ہے۔ جدید تعلیم یافتہ اشخاص کی غیر متوازن مذہبیت اور علمی تحقیقات دیکھ دیکھ کر عربی زبان کی اہمیت اور اس کے ذریعہ سے اسلامی تعلیمات سے گہری اور براہ راست واقفیت کی ضرورت روز بروز آشکار ہوتی جا رہی ہے۔ اس لیے عربی زبان کی اشاعت ہندوستان جیسے ملک میں اسلام کی بہت بڑی خدمت اور اسلامی تہذیب اور کلچر کی حفاظت کا صحیح راستہ ہے۔"
([15])

دینی نصاب تعلیم کے معاشی اثرات

دینی نصاب کے حامل طلباء کو ہمیشہ عزت و وقار کی زندگی اور دنیا سے کنارہ کشی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے ہم عصری نصاب تعلیم کے برعکس دینی نصاب تعلیم کے حامل طلباء کو اپنی معاشیات کی فکر نہیں ہوتی ہے۔ طلباء اکثر سادہ زندگی گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ذیل میں معاشرہ میں جو دینی نصاب تعلیم کے معاشی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان کا تذکرہ کیا جائے گا۔

سستا اور مفت نصاب تعلیم

یہ وہ نصاب ہے جس کی تدوین پر نہ تو کوئی کمیٹیاں اور ماہرین کو جمع کیا جاتا ہے نہ ہی کوئی تحقیقی ادارے آتے ہیں اور اسی طرح نہ کوئی نصاب بنانے پر لمبے چوڑے سیمینارز وغیرہ منعقد کئے جاتے ہیں۔ "بلاشبہ مسلم دنیا میں شروع ہی سے تعلیم مفت رہی ہے مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تعلیم کی مفت فراہمی کوئی شرعی حکم ہے۔ دوسری، تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں اور پھر اس کے بعد بھی طالب علموں سے فیس وصول کر کے پڑھانے کا طریقہ جزوی طور پر رائج تھا۔ اس ٹیوشن فیس کی شرح کا تعین، استاد شاگرد کی باہمی رضامندی سے ہوتا تھا۔"[16] "اور اس بات کو جائز قرار دیا تھا کہ طلبہ اور معلم، مدارس کی طرف سے جاری کردہ تنخواہوں اور وظائف سے اس حد تک فائدہ اٹھاسکتے ہیں کہ وہ اپنی ضرورت پوری کر سکیں۔ معلم کو معاشی لحاظ سے آسودہ خاطر ہونا چاہیے، مگر اپنا مطلوب و مقصود علم ہی کو قرار دینا چاہیے۔"[17]

غریب طبقہ پر نصاب تعلیم کے اثرات

یہ نصاب بہت ہی سستا ہے اور اس کے اختیار کرنے پر اس نصاب کے پڑھنے والوں کے اخراجات آتے ہیں مفت تعلیم ہوتی ہے اور یہاں عمومی طور پر غریب طلباء آتے ہیں۔ اقامتی ادارے ہوتے ہیں کھانا بھی مل جاتا ہے اور رہائش بھی ہوتی ہے۔ "والدین اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ دینی تعلیم کا معاشرے کی معاشی ضرورتوں سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔ مگر اس کے باوجود اپنے فیصلے کی منطقی اور سماجی بنیادیں نمایاں طور پر ان کے سامنے ہوتی ہیں۔ جس کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ سرکاری اسکول میں اپنے بچے کو بھیجنے کے سوال پر غور کرتے ہوئے اپنی معاشی حالت اور اخراجات کا حساب بھی لگاتے ہیں۔ اس طرح دینی تعلیم کے لیے بچوں کو بھیجنے میں، دوسرے پہلوؤں کے ساتھ ایک محرک سماجی اور معاشی پہلو بھی ہوتا ہے۔ اپنے وسائل اور اپنی

ضرورتوں کے لحاظ سے انہیں دینی مدرسے میں بچہ بھیجنا زیادہ مفید دکھائی دیتا ہے۔ اس کے برعکس سرکاری (عصری) تعلیم انہیں غیر متعلق نظر آتی ہے جس میں وہ اپنے تجربے کی بناپر پریشانیوں کا عکس دیکھتے ہیں۔"[18]

دینی مدارس کی اسناد کے معاشی اثرات

ضیاء الحق نے دینی مدارس کی اسناد کو ایم اے عربی و اسلامیات کے برابر قرار دے کر ان کو سکول کالج یونیورسٹی میں بطور استاد بھرتی کرنے کی غرض سے منظوری دی تھی۔ عام یونیورسٹی کے تعلیمی پراگرام میں ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کرنے والے طلبہ کی اسلامی علوم اور عربی ادب پر دسترس ہمیشہ موضوع بحث رہی ہے۔ ۱۷ نومبر ۱۹۸۲ء کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے دینی درس گاہوں کے دیرینہ مطالبے پر "درس نظامی" کے فارغ التحصیل طلبہ کو ایم اے اسلامیات و عربی کے مساوی قرار دینے کا اعلان منظور کیا۔ ۱۹۷۹ء میں وزارت تعلیم نے اپنی رپورٹ (ص ۹۸) میں تجویز کیا تھا کہ دینی مدارس کے مختلف درجات کی سندات درج ذیل حیثیت کی حامل ہوں:

درجہ	سند	حیثیت
ابتدائیہ	الشھادۃ الابتدائیہ	پرائمری
متوسطہ	توسطہ	میٹرک
عالیہ	الشھادۃ العالیہ	بی اے
تخصص	شھادۃ تخصص	ایم اے

اس اقدام کے خاطر خواہ اثرات مرتب ہوئے اور یوں اس وقت فوج اور اوقاف اور دیگر محکموں میں درس نظامی کے فضلاء بطور خطیب خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔

مدارس دینیہ کے نصاب کے اردو پر اثرات

جہاں علمائے کرام نے تحریک پاکستان کو عروج بخشا تو وہی پر مدارس اسلامیہ کے فضلاء نے اردو کی ترویج و اشاعت میں بھی اپنا کردار ادا کیا ہے۔ "اردو کو فروغ دینے میں ان مدارس کی جدوجہد سب سے زیادہ رہی ہے کیونکہ ان کی اپنی منتخب شدہ زبان اردو ہے۔ آج دنیا کے اکثر ممالک میں اردو بولنے اور جاننے والے موجود ہیں زبان اور تہذیب و تمدن کی وحدت کیا اہمیت رکھتی ہے اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اپنی جماعت کے نمائندہ کہلاتے ہیں۔۔۔۔۔ اس وحدت کا تصور آخر کس نے دیا؟ یہی مدارس کے طلبہ تھے جنہوں نے پورے مسلم معاشرہ کو ایک قالب میں ڈھالنے کی لازوال کوشش کی، جس سے غیر اسلامی طور وطریق کا نکل جانا ایک لازمی نتیجہ ہے۔"[19]

نصاب مدارس کے انسان کے معاشی اقدار پر اثرات

"جہاں تک تعلیم کے وسیلہ سے ثقافت اور اقدار کو مضبوط کرنے کا تعلق ہے۔ دینی مدارس میں قدروں کو ہمیشہ سے مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ انہیں سدا صدر میں بٹھایا گیا ہے اور مدارس کے طلبا بالعموم اطوار و کردار کے لحاظ سے جدید اسکولوں کے طلباء سے بہتر ہیں۔ لیکن ہمیں نہ صرف ان حالات اور تغیرات سے عہدہ برآ ہونا ہے جو علوم کی ہوش ربا ترقی اور ٹیکنالوجی کی محیر العقول پیش رفت کے لائے ہوئے ہیں بلکہ اپنے وسیع کثیر المذاہب و کثیر اللسان وطن کی گنگا جمنی تہذیب کو بھی ملحوظ رکھنا ہے اور فراخ مشربی اور رواداری اور عام اندیشی کا سبق بھی دینا ہے۔ خوش ہمسائیگی اور طمانیت قلب کی خاطر ہمیں بہت سی

باتوں کو انگیز کرنا ہوگا اور دوسروں کی بابت رائے قائم کرنے میں لچک کو راہ دینی ہوگی۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے طلباء کو دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ خوش دلی سے اٹھنے بیٹھنے کے آداب سکھائیں۔"[20] دینی نصاب تعلیم کے حامل افراد خطابت کے میدان کے شہوار ہوتے ہیں ایک طرف خطابت کے ذریعے سے تبلیغ کرنے میں تو دوسری طرف خطابت سے کئی علماء کا روز گار بھی لگا ہوا ہے۔

دینی نصاب تعلیم کے اخلاقی اثرات

تعلیم و تبلیغ کا بڑا گہرا تعلق ہے کیونکہ تعلیم کے بغیر نہ احکام تبلیغ کا ادراک ہوتا ہے اور نہ ہی آداب دعوت کی تفہیم ہوتی ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے دعوت و تبلیغ سے قبل تعلیم و تدریس کا منہج واخلاقیات واضح فرمائیں تعلیمی ودعوتی اخلاقیات کے رہنما اصول کا ابلاغ تو آپ نے مکہ مکرمہ ہی میں کر دیا تھا لیکن ان کی ہر جہت و پہلو جو انسانی زندگی میں سامنے آسکتا ہے اس کی شرح و دائرہ کار مدینہ منورہ میں سامنے آتا ہے۔ قرآن کریم نے نبی کریم ﷺ کے منصب کے حوالے سے دو بلیغ اصطلاحات بیان کی ہیں۔ پہلی ہے یعلمھم۔ دوسری ہے یزکیھم قرآن کریم میں تعلیم و تزکیہ کے حوالے سے ان اصلاحات کا اکثر ذکر اکٹھا کر کے یہ اصول دیا جا رہا ہے کہ تعلیم کا مقصد عظیم تزکیہ ہے اور تزکیہ ہی تربیت و اخلاق کی بنیاد ہے۔ ذیل میں اخلاقی اثرات ذکر کئے جاتے ہیں۔

سیرت کی تعمیر

سید ابو الحسن کے نزدیک سب سے بڑا مقصد مدارس دینیہ کے نصاب کا مقصد سیرت کی تعمیر ہے۔ اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

"سیرت و اخلاق میں روز افزوں انحطاط ہے اور جبکہ غیر مذہبی درسگاہوں کے طلبہ و فضلاء کے اخلاق اپنی درسگاہوں کے لیے، اداروں کے لیے، سوسائٹی اور خاندانوں کے لیے وبال جان بنتے جا رہے ہیں۔ اس حقیقت کی زیادہ توضیح و تشریح کی ضرورت نہیں۔ طلبہ کو مستقبل قریب میں زندگی کے جس معرکہ اور جماعتوں اور اصولوں کی جس رزم آرائی مین شرکت کرنی ہے۔ اس میں اپنے اصولوں کی دعوت و تبلیغ کے لیے، اپنے مذہب و جماعت کے وقار کے لیے جس قدر بے داغ سیرت، اعلیٰ کیرکٹر، بلند ہمت استغناء، خودداری اور نزاہت کی ضرورت ہے۔"[21]

ذہنی تشکیل

ذہنی تشکیل میں علم کلام، علم عقلیات وعقائد وغیرہ سب شامل ہیں۔ ابو الحسن ندوی نے ذہنی تشکیل مدارس کے نصاب کا مقصد ذکر کیا ہے لکھتے ہیں: "اسلام ایک مخصوص "عقلیت" ہے۔ جو خاص تعلیم و تربیت، خاص ماحول اور اہتمام سے پیدا ہوتی ہے یہ ضروری نہیں کہ مسلمان قومیت کا ہر فرد اسلامی ذہن بھی رکھتا ہو جن لوگوں کی اسلام کی ذہنی تاریخ پر نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ بہت سے اسلامی عہدوں میں مسلمان جاہلی دماغ ترکیب پا گیا ہے اور اب تو یہ ذہنی امتزاج اور عقلی پیوند بندی بہت عام ہے۔ ۔۔۔۔اور یہ دینی نظام اور مذہب کے مستقبل کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ ذہنی تشکیل سے ہماری مراد اس کا وسیع مفہوم ہے اس سلسلہ میں عقائد بھی آتے ہیں، حقائق بھی اور طرز فکر اور نقطۂ نظر بھی۔"[22]

نظامت اور نظم کا ماحول

یہ نصاب اس ماحول میں پڑھایا جاتا ہے جو کہ ایک منظم ماحول اور پاکیزہ ماحول ہوتا ہے۔ اس میں طلباء کی تربیت بہت ہی عمدہ ہوتی ہے۔ "چیزوں کے رکھنے اور استعمال کرنے میں سلیقے کے ساتھ ساتھ خصوصی نظم اور نظامت کا ذوق پیدا کرنا بھی اساتذہ

اور مدرسے کے اجتماعی ماحول کا حصہ ہونا چاہیے۔ اس ضرورت کی تکمیل کے لیے محض وسائل نہیں بلکہ توجہ اور شوق کی ضرورت ہوتی ہے۔(23)

دینی نصاب تعلیم کے منفی رجحانات واثرات

دینی نصاب تعلیم نے جہاں مثبت اثرات مرتب کئے ہیں۔ وہی پر نصاب تعلیم نے منفی مذہبی رجحانات بھی پیدا کئے ہیں۔ ذیل میں ان کو ذکر کیا جارہا ہے۔

مسلکی تعلیم اور کشاکش کے مضمرات

برصغیر پاک وہند کے دینی مدارس کا نصاب اپنے اپنے مسلک کے نظریات کے مطابق تشکیل دیا جاتا ہے۔ لہٰذا تمام وفاق کے نصاب پر مسلک کی چھاپ نظر آئے گی اور اٹھارہویں صدی میں نصاب مشہور مدارس کے نام پر بھی جاری ہوا ہے۔ جیسا کہ اس کے مضمرات ملاحظہ ہوں: "اسی زمانے میں دارالعلوم دیابند کے پہلو بہ پہلو اہل حدیث، بریلوی (حنفی) اور شیعہ مکتب فکر نے مسلکی مدارس قائم کرنے کے لیے پیش رفت کی۔ اس طرح مساجد و مکاتب کی ایک قابل لحاظ تعداد وجود میں آئی۔ ان مدارس میں دینی تعلیم کی رفعتیں اور وسعتیں تو تھیں ہی، مگر مدارس کی ایک خاص تعداد میں اس کے پہلو بہ پہلو باہم گرمی گفتار بھی پیدا ہوئی۔ جس کا معتد بہ حصہ پہلے ضد ایک شاہراہ پر گامزن ہو اور اس کے بعد عصبیت کی نامسعود شاہراہ پر چلتا دکھائی دینے لگا۔ جس نے آگے بڑھ کر کفر سازی کی دلدل میں بھی قدم رکھ دیا"(24) نصاب تعلیم کا منفی اثر یہ ہوا کہ مدارس اسلامیہ کے فارغ التحصیل طلباء نے دین اسلام کی تبلیغ و دعوت کے نام پر مسلک پرستی کی تبلیغ شروع کردی۔

اسلاف کی اندھادھند تقلید

دینی مدارس کے نصاب میں استاد کو بہت ہی اہمیت دی جاتی ہے۔ اس کا ایک منفی اثر یہ ہوتا ہے کہ طلباء اپنے اساتذہ، بزرگان دین اور پیران عظام کی تقلید میں اس قدر گم ہو جاتے ہیں کہ ان کے سامنے ذرا بھر بھی اسلاف کے خلاف بات کی جائے تو وہ لڑنے پر اتر آتے ہیں: "ہمارے معاشرے میں مسلمان فرزندوں اور بچیوں کا طرز فکر وحیات، مادہ پرست تہذیب کے سانچے میں ڈھل رہا ہے۔ لیکن کچھ مذہبی قائدین صرف اس فکر میں مست ہیں کہ ان کی درس گاہ محفوظ رہے۔ ان کی چند بزرگ شخصیتیں اور ان سے وابستہ عقیدتیں پروان چڑھتی رہیں۔ مگر وہ یہ غور نہیں کرتے کہ آباء پرستی کے اس سیلاب میں مگن رہنے کے نتیجے میں سبھی کچھ بہہ جائے گا۔ باہر کا فساد کتنا ہی ہمہ گیر ہو، اس کو کامیابی صرف اس صورت میں ملتی ہے جب اندر سے فساد کو پروان چڑھانے والے مل جاتے ہیں۔"(25) موجودہ برصغیر پاکو ہند میں مسلمانوں کے ہاں بہت سے پیر، مرشد، بزرگان دین کئی عالم اس قدر مشہور ہوئے کہ آج معاشرہ میں ان کے پیروکار ان کے خلاف چھوٹی سی بات یا تنقید سننے پر غصے سے باہر آجاتے ہیں۔

جہادی نصاب کی تعلیم

سب سے بڑا الزام جو کہ مدارس کے نصاب پر لگایا جاتا ہے کہ یہ نصاب تو جہادی ہے اور دہشت گردی کو پروان چڑھانے میں مدد دیتا ہے۔ جیسا کہ روزنامہ ڈان کی خبر ہے: "پاکستان کے دینی مدرسے جہادی عنصر کی ترقی کا ذریعہ ہیں۔ یہ مدرسے جنرل محمد ضیاء الحق کے زمانے میں اس لیے زیادہ تیزی سے پھلے پھولے کیونکہ انہیں حکومتی سطح پر زکوٰۃ فنڈ سے مالی مدد ملتی تھی۔"(26) کسی حد تک ناقدین کے اعتراضات ٹھیک بھی ہیں کیونکہ خود پاکستان کے وزراء بھی اس قسم کا بیان دیتے ہیں جیسا کہ سابقہ وزیر

داخلہ کا بیان ملاحظہ ہو۔ "وزیر داخلہ (جنرل معین الدین) کی یقین دہانی کے باوجود کہ دینی مدارس میں فوجی تربیت کا خاتمہ کیا جائے گا۔ پاکستان میں دینی مدارس کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔ تاکہ ایک متوازی مسلح فوج تخلیق کی جاسکے۔"[27] "حکومت کی طرف سے ملنے والے زکوٰۃ فنڈ سے دینی مدارس کے طلبہ کو فوجی تربیت دی جارہی ہے۔"[28] "دینی مدارس کے ذرائع آمدنی مشکوک ہیں۔"[29] "دینی مدارس انتہا پسندوں کی افزائش نسل کر رہے ہیں۔"[30]

انتہا پسندی کی تعلیم

یہ بات کسی حد تک صحیح ہے کہ مسلم امہ میں کچھ لوگ انتہا پسندی کی حد تک جا پہنچے ہیں۔ مگر یہ کہنا غلط ہے کہ تمام مسلمان انتہا پسند ہیں۔ امریکہ کے تھنک مدارس کے بارے میں خیال رکھتے ہیں کہ ان میں انتہا پسندی، تعصب کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور وہ مدارس کو نائن الیون کے واقعہ کے ساتھ جوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ طالبان نے امریکہ پر حملہ کیا ہے اس ضمن میں ان کا نکتہ نظر ملاحظہ ہو: "چونکہ ان دینی مدرسوں پر حکومت پاکستان کی کوئی نگرانی نہیں ہے اس لیے یہ مدرسے تنگ نظر اور دہشت گرد عناصر کے تربیتی مراکز بن چکے ہیں۔"[31] یہی وجہ ہے کہ امریکہ مدارس میں سیکولرزم کی تعلیم دینے کی کوشش کر تارہا ہے۔ "دینی مدرسوں کے اس تناظر میں امریکہ سب سے بڑا تعاون یہ کر سکتا ہے کہ وہ پاکستان کے سیکولر (قومی) نظام تعلیم کو مضبوط بنانے کے لیے حکومت پاکستان کی بامعنی معاونت کرے۔ اسی عمل کے نتیجے میں پاک بھارت تناؤ کم ہو سکتا ہے اور ایٹمی اسلحے سے پیدا شدہ خطرے کو روکا جاسکتا ہے۔"[32] یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک بشمول امریکہ دینی مدارس میں عصری علوم کی حوصلہ افزائی کے لیے امداد دینے کو بھی تیار ہیں جیسا کہ مسٹر پی ڈبلیو سنگر لکھتے ہیں: "ان دینی مدارس کو راہ راست پر لانے کے لیے کوئی بھی بلاواسطہ (Direct) اقدام پاکستان میں تشدد کی لہر کو ابھارے گا اور پاکستانی فوج کی یکجہتی کو ہلا کر رکھ دے گا۔ اس لیے مناسب ہو گا کہ اردن کی حکومت کے مانند، حکومتی اعانت سے دینی مدارس عالیہ کو پروان چڑھایا جائے۔ جہاں ریاضی اور اکنامکس کے ساتھ دینی تعلیم کا بھی اہتمام ہو۔"[33]

داخلی امتحانات کا نہ ہونا

سرکاری نصاب تعلیم میں سہ ماہی، ششماہی اور ہفتہ وار باقاعدہ طور پر امتحانات و پیپرز ہوتے ہیں۔ امتحانات کی وجہ سے طلباء میں سستی پیدا نہیں ہوتی ہے جبکہ دینی نصاب تعلیم میں سالانہ امتحان ہی ہوتے ہیں۔ لہٰذا امتحان داخلی نہ ہونے کا طلباء پر منفی اثر پڑتا ہے۔ "طلباء کی تعلیمی ترقی کو جانچنے اور مسابقت کا جذبہ پیدا کرنے نیز درس و تدریس کی سرگرمیوں میں تنظیم کے لیے ضروری ہے کہ ہر سہ ماہی کے اختتام پر تحریری امتحان منعقد کیا جائے۔ امتحان میں طلباء کی کارکردگی کا باضابطہ ریکارڈ مرتب کیا جائے۔ طلبہ کی تعلیمی ترقی کی رپورٹ والدین کو بھی ارسال کی جائے اور تعلیمی سال کے آخر میں سالانہ امتحان کا انعقاد کیا جائے۔"[34]

تحریری/ہوم ورک مشق کی کمی

موجودہ عصری نصاب تعلیم میں تحریر اور ہوم ورک پر بہت ہی زور دیا جارہا ہے۔ مگر دینی نصاب تعلیم میں ہوم ورک نہیں ہے جس کا منفی اثر طلباء کی خوشخطی اور لکھنے کی صلاحیتوں پر پڑتا ہے۔ اس ضمن میں مزید احمد پراچہ لکھتے ہیں: "بیشتر دینی مدارس میں طرز تدریس صرف تقریری ہے اور اس میں تحریر کو بہت کم عمل دخل حاصل ہے۔ ضرورت ہے کہ پہلے سال سے ہی تحریر کی عادت ڈالی جائے۔ اساتذہ باقاعدہ نوٹس لکھوائیں۔ طلبہ کو ہوم ورک دیا جائے اور ان کی کاپیاں چیک کی جائیں اسی طرح طلباء میں تحریر کی صلاحیت پیدا ہو گی اور آموختہ پر بھی ان کی گرفت مضبوط رہے گی۔"[35]

معیار تعلیم کی تنزلی

محققین اس بات پر قائم ہیں کہ ہر آنے والے زمانہ میں پہلے جیسے صاحب علم اور صاحب تقویٰ عالم نہیں مل رہے مدارس کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ مگر اس کا معیار تعلیم تنزلی کا شکار ہے جیسا کہ مولانا احسن جمیل مدنی (شیخ الجامعہ سلفیہ، بنارس) نے مسئلے کی نزاکت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: "ہم کو دوسروں کی نیت پر شک نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ علمی زوال اور دینی مدارس میں معیار تعلیم کی تنزلی کا ہر کسی کو احساس ہے۔ لائق اساتذہ اور فاضل علماء کی کمی کا برابر شکوہ کیا جاتا ہے۔"(36)

دینی نصاب تعلیم کے منفی معاشی وسیاسی اثرات

جہاں دینی تعلیم اور اس کے نصاب کے معاشرے پر اچھے اثرات مرتب ہوئے ہیں تو وہی پر ناقدین کی نظر میں کسی نہ کسی پہلو سے منفی اثرات بھی مرتب ہو رہے ہیں۔ ذیل میں ان منفی اثرات کا تذکرہ آیا جا رہا ہے۔ ذیل میں کچھ منفی معاشی اثرات بھی ذکر کئے جا رہے ہیں۔

بیرونی امداد کا الزام

دینی مدارس ہر ایک الزام یہ بھی ہے کہ مختلف مسالک کو مختلف ممالک سے امداد ملتی ہے جسے کہا جاتا ہے کہ سعودیہ اہل حدیث مکتبہ فکر کے نصاب اور ایران اہل تشیع کے نصاب کو پروموٹ کرنے میں مدد کر رہا ہے لیکن یہ الزام الزام ہی ہے۔ اس میں اگر کہیں امداد ملتی بھی ہے تو بالکل خفیہ ملتی ہو۔ البتہ دینی مدارس کو باہر مقیم پاکستانی لوگ مدد کرتے ہیں۔ "یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ان مدارس کو دوسرے ملکوں میں مقیم پاکستانی محنت کش باشندوں اور کچھ مخیر حضرات سے مالی معاونت ملتی ہے۔ شاذونادر ہی کوئی حکومت امداد دیتی ہے۔ گزشتہ ۲۵ برس کے دوران مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے خفیہ اداروں اور اخباری ایجنسیوں نے مدارس کے لیے مبینہ غیر ملکی امداد کے حوالے سے بڑی کھوج کرید کی۔ مگر کوئی قابل ذکر بات سامنے نہیں آئی۔"(37)

دینی اداروں کے فضلاء کا سرکاری مناصب پر براجمان ہونا

دینی مدارس کے فضلاء اس وقت پاکستان کی نامور سرکاری یونیورسٹیوں میں بڑے بڑے عہدوں پر کام کر رہے ہیں۔ جیسے پنجاب یونیورسٹی شعبہ عربی کے ہیڈ ڈاکٹر خالقداد ملک صاحب تھے۔ جو کہ دارالعلوم سیال شریف کے فارغ تھے۔ اسی طرح پیر کرم شاہ الازہری اور مفتی تقی عثمانی وفاقی شرعی عدالت کے جج رہے ہیں۔ وہ بھی ایک دینی مدرسہ کے فارغ تھے۔

عصری معاشی وسیاسی مسائل کے حل سے بے اعتنائی

دیکھا گیا ہے کہ اس نصاب تعلیم میں علوم وفنون پر تو توجہ ہوتی ہے مگر قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں موجودہ زمانہ کے مسائل حل کرنے کی طرف توجہ نہیں دی جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک محقق لکھتے ہیں: "مشاہدہ یہ ہے کہ قرآن، حدیث اور فقہ کی تدریس میں بھی طالب علم کا پورا وقت متن کو سمجھنے، اس کی عبارت کو حل کرنے اور تراکیب والفاظ کے رموز تک رسائی حاصل کرنے میں صرف ہوتا ہے۔ اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کے ارتقاء اور موجودہ پیچیدہ مسائل کے حل میں یہ عظیم علوم کس طرح معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس کی باری تو کم ہی آتی ہے۔ نہ اس کا احساس ہوتا ہے کہ ان علوم سے موجودہ زندگی کے مسائل کو حل کرنے میں کس طرح مدد لی جا سکتی ہے۔ قرآن اور حدیث کے مطالعے سے علم کا جو ایک وسیع تصور سامنے آنا چاہیے وہ نہیں آپاتا۔"(38)

انگریزی زبان کی طرف عدم توجہ

انگریزی اس وقت عالمی زبان ہے۔ جدید تحقیقات اور نظریات سمیت مکمل کتب انگریزی زبان میں ہیں۔ مگر دینی مدارس کے فضلاء اولاً تو اس سے نفرت کرتے ہیں اور کہیں انگریزی کو نصاب میں شامل کیا گیا ہے تو وہاں اس پر مکمل توجہ نہیں ہے۔ انگریزی سیکھنے کا مفہوم پورا ہے: "انگریزی زبان پر اچھی گرفت کا مطلب ہے انگریزی سننے، بولنے، پڑھنے، لکھنے کی اچھی مہارت۔ انگریزی کے اس نصاب میں دینی کتب اور ادب کا ایک غالب حصہ رکھا جانا چاہیے۔ اگر اچھی صلاحیت کا حامل طالب علم ایک عالم دین کی حیثیت سے انگریزی میں اپنی دلچسپی اور ضرورت کے تحت مطالعہ کرتا رہے گا۔ تو اسے نہ صرف عصر حاضر کے مسائل و معاملات کا براہ راست علم حاصل ہو گا۔ بلکہ وہ اپنے حاصل کردہ علم دین کی روشنی میں ان مسائل کو حل کرنے میں بھی اپنا حصہ ادا کر سکے گا۔"(39)

ابتدائی تعلیم پر عدم توجہ

سید ابو الحسن ندوی لکھتے ہیں کہ گاؤں کے مدارس میں ابتدائی تعلیم پر توجہ نہیں دی جاتی ہے۔ "میرا خیال ہے کہ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اب ہر گاؤں کے مدارس انتہائی تعلیم کے نظم و اہتمام کے باعث ابتدائی تعلیم پر کوئی توجہ نہیں دے پاتے۔ جس کا اثر نہ صرف مدرسہ کی کارکردگی پر پڑ رہا ہے بلکہ طلبہ بھی اس کی وجہ سے کافی متاثر ہو رہے ہیں۔"(40)

دہشت گردی کی تعلیم

دینی مدارس کے فضلاء پر دہشت گرد ہونے اور ان کا نصاب دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے۔ اس طرح کے الزامات مغربی ممالک کی طرف سے لگائے جاتے رہے ہیں اور لگائے جا رہے ہیں۔ مگر یہ الزام ماسوائے چند جھاری گروپ کے دیگر مدارس پر لگانا درست نہیں ہے اس کا جواب سہیل اختر قاسمی دیتے ہیں: "مدارس اسلامیہ کی خشت اول امن کے گارے سے تیار ہوتی ہے اور اس کے مقاصد و اہداف میں سلامتی اور تحفظ کا سایہ فگن ہوتا ہے اس واقعیت کے باوجود یہ پروپیگنڈہ کہ مدارس اسلامیہ دہشت گردی کے اڈے اور انتہا پسندی کے مراکز ہیں۔۔۔۔۔ ہندوستان میں دینی مدارس بھی اسی نظام امن کے پیامبر اور محافظ ہیں۔ دینی مدارس کی بنیاد امن و سلامتی کے عنوان سے بنتی ہے اور اس کی تشکیل بھی خیر و خوبی کے صدائے عام سے ہوتی ہے۔"(41)

دینی و سیاسی قیادت کا فقدان

نصاب تعلیم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ مستقبل کے لیے افراد سازی کرے اور صحیح معنی میں قیادت تیار کرے۔ دینی مدارس کے فضلاء اپنے مسلک کی حد تک یا کسی شہر کی حد تک تو قیادت کر رہے ہیں۔ مگر مدارس سے ایسا کوئی لیڈر پیدا نہیں ہو رہا ہے جو پوری امت مسلمہ یا اپنے ملک کی حد تک قیادت کر کے سب مسالک کے لوگوں کو ساتھ لے کر چلے۔ دینی مدارس کے نصاب سے ایسے افراد کا پیدا نہ ہونا لمحہ فکر یہ ہے جس کا اظہار پروفیسر مسلم سجادیوں کرتے ہیں۔ "حالات کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دینی مدارس کے اساتذہ و طلباء اس امر کے منتظر رہے کہ کوئی دوسرا اسلامی نظام نافذ کرے یا اس کے لیے جدوجہد کرے۔ حالانکہ مدارس اور ان کے طلبہ پر غلبہ اسلامی کی جدوجہد بدرجہ اولیٰ فرض تھی۔ بدقسمتی سے ان کے رہنما حالات کا صحیح ادراک کر کے ملک میں موجود اپنی طاقت کو غلبہ دین کے لیے استعمال نہ کر سکے۔ قیام پاکستان نے جو زریں موقع فراہم کیا تھا وہ ضائع ہوتے ہوئے چالیس برس گزر گئے۔"(42)

حکومتی بے اعتنائی کے اثرات

عصری نصاب کو کامیاب کرنے کے چکر میں اور دوسری طرف مدارس کا اپنے قدیم علوم پر جمے رہنے سے نقصان یہ ہوا کہ حکومت اور مدارس کے مابین فاصلے بڑھ گئے اور یوں دینی نصاب کے حامل افراد راندہ درگاہ قرار پائے۔ جیسا کہ سیر ازی تذکرہ کرتے ہیں: ”جب اسلامی ممالک پر مغربی استعمار کا غلب ہوا تو مستعمیرین کے رد عمل میں یہ مدارس اسلامی اقدار کے دفاع اور اسلامی طرز زندگی کو باقی رکھنے کے لیے اپنی اس موجودہ روش پر جم گئے اور مشکل ترین حالات میں بھی ان میں کام کرنے والے علماء نے اسلامی اقدار کی حفاظت جاری رکھی۔ بدیشی حکومت کی پالیسی یہ رہی کہ اسلامی تہذیب کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے اس لئے حکومتوں نے بھی ان مدارس کی کوئی اصلاح نہ کی م بلکہ ان حکومتوں نے مدارس سے فارغ التحصیل علماء کو میٹرک کا درجہ بھی نہ دیا۔ حالانکہ اپنے مضامین میں ان کی قابلیت یونیورسٹیوں کے ایم اے سے کسی طرح بھی کم نہ تھی۔“(43)

عصری و دینی تعلیمی اداروں میں تعلیم وتربیت کا انحطاط ایک تجزیہ

تعلیم و تعلم سے وابستہ افراد ملک و قوم کی اخلاقی بقاء کے ضامن ہوتے ہیں۔ بلاشبہ ریاست مدینہ کے قیام کا خواب اسی طبقہ کی سیادت سے شرمندہء تعبیر ہوسکے گا۔ عصری مادیت پسندی کے گرداب میں اپنی سماجی و معاشرتی اقدار سے چشم پوشی نسل نو کے اخلاقی انحطاط کا بنیادی محرک ہے۔ علم سے وابستگی باہمی احترام کے تعلق کو مضبوط بناتی ہے لہذا تعلیم و تعلم سے منسلک افراد کا تعلق مثالی معاشرتی نوعیت رکھتا ہے۔ جیسے راستوں میں بے ہنگم قیام علمی رویہ نہیں ایسے ہی بغیر سلام راستے سے گزرنا بھی نامناسب طرز عمل ہے۔ ایک مثالی پرامن معاشرہ کی داغ بیل کے لئے اولیں اصول باہمی ہم آہنگی ہے جس کی بابت اسلام کا سنہری پیغام ہے؛"آپس میں سلام کو پھیلاؤ"۔ احسن طریقے سے سلام کرنا اخلاقی و قانونی تقاضا ہونے کے ساتھ ساتھ اطمینان قلب کا ذریعہ بھی ہے۔ سلام میں پہل کرنا اور ہر متعارف و غیر متعارف شخص کو سلام کہہ کر گزرنا اخلاقی برتری کی علامت ہے۔ علاوہ ازیں سلام کے بنیادی معنی ہی دوسروں کو امن و سلامتی کا پیغام ہے گویا کہ اس مختصر عمل سے ایک پرامن معاشرہ کے قیام و تشکیل کی ابتداء ہوسکتی ہے۔ یہ انفرادی نوعیت کا عمل اجتماعی معاشرتی استحکام کی اساس ہے۔ صد افسوس کہ ڈگری پروگرام کی بہتات کے باوجود نسل نو اخلاقی اقدار سے کلیۃ محروم ہوتی چلی جارہی ہے۔

عصری تعلیمی اداروں میں مغربی فکر و سوچ اور ثقافت کا غلبہ نمایاں نظر آتا ہے۔ کامیابی کی کنجی مغرب کی اقتداء کو سمجھ لیا گیا ہے۔ روایتی دینی اداروں کو قدامت پسندی جیسے القابات سے متعارف کروایا جارہا ہے۔ مسلم فلسفہ اور مسلم مفکرین (امام ابو الحسن اشعریؒ،امام ابو منصور ماتریدیؒ، امام غزالیؒ، امام ابن رشدؒ اور امام ابن تیمیہؒ وغیرہم) سے آشنا کرنے کی بجائے نظام تعلیم کی ابتداء و انتہاء یونانی فلسفہ پر منحصر ہے۔ اعلی تعلیمی ڈگری کا حامل طالب علم بھی دیگر مذاہب کے ساتھ متوازن گفتگو سے محروم ہے بلکہ مجبوراتقابل ادیان کے موضوع پر صامت نظر آتا ہے۔

1. مسلم امہ کا دیرینہ مسائل جیسے اعتقادی اور فقہی مذاہب مثلاً اہل سنت، اہل تشیع، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، ظاہری، سلفی، جعفری، زیدی وغیرہ کے خوش اسلوب تطابق اور تحاسن کے لئے راہ ہموار کرنا تو دور ان مذاہب کی تشکیل وارتقاء کو باعث رحمت کی بجائے منافرت کا قرینہ سمجھا جاتا ہے۔
2. طب، سائنس، ٹیکنالوجی اور انجینئرنگ وغیرہ میں ترقی کی دوڑ میں اخلاقی فریضہ و ذمہ داری سے راہ فرار اختیار کرلی گئی ہے۔

3. عالمی اور علاقائی زبانوں سے واقفیت عصرِ حاضر کی اشد ضرورت ہے لیکن نسل نو بنیادی زبان (عربی مذہب اسلام کی زبان) سے بھی محروم ہیں۔ ابتدائی قواعد تک کے اطلاق اور قرآن و سنت کی سطحی فہم سے بھی ناآشنا ہیں۔
4. اسلامی موضوعات پر فی البدیہہ گفتگو اور مضمون نویسی کی صلاحیت ہمارے عصری تعلیمی نظام کا ہدف نہیں ہے۔ اپنی قومی زبان اردو میں ہمارے اکثر فضلا کی حالت قابل رحم ہوتی ہے۔ زبان سے ناواقفیت قوموں کو ابلاغ کے شعبے میں بالکل ناکارہ بنادیتا ہے۔
5. ٹیکنالوجی کے جدید ذرائع (کمپیوٹر، انٹرنیٹ، ویڈیو وغیرہ) تک ہماری رسائی اور استعمال محل نظر ہے کہ وقت کا سرمایہ انویسٹ کرنے کا نتیجہ صفر ہے۔ نسل نو کو سوائے سوشل میڈیا کی ایپلیکیسنز کے کوئی مفید استعمال کی ترغیب نہیں دی جاتی جس سے معاشرتی خرافات میں اضافہ ہورہا ہے۔
6. عصری تعلیمی اداروں کے فضلاء قدیم کتب کے حجم و ثقل سے تو محترز تھے ہی اب حکیمانہ اندازِ گفتگو سے بھی خالی ہیں بلکہ بسا اوقات مغربی فکر کی اشاعت میں خود اپنے معاشرہ اور ماحول میں سے ہی بسا اوقات اجنبی نظر آتے ہیں۔
7. معاشرت کا ارتقاء حقیقیت ہے جس سے مفر نہیں ہے۔ موجودہ تعلیمی ادارے معاشرت و تہذیب کی بابت کوئی راہنمائی نہیں دے رہے ہیں۔
8. عصر حاضر تحقیقی دور ہے جس میں قوموں کی بقاء کو راز تحقیقی کے میدان سے وابستہ و پیوستہ ہے لیکن ہمارے عصری اداروں میں علمی چوری اور پیرابندی کی روایت محبوب مشغلہ کا روپ اختیار کرچکی ہے۔ علاوہ زیں امت کی اجتماعی ضروریات اور ملت اسلامیہ کے عالمی ماحول کی مناسبت سے تحقیقی کام ناپید ہے۔
9. تعلیمی اداروں کی لائبریریوں کا حال کسی تماشہ سے کم نہیں ہے۔ اعلی ڈگری یافتہ طلباء بھی کتاب بینی اور اپنے متخصص شعبہ پر کسی مستند کتاب کا حوالہ نہیں رکھتے ہیں۔
10. عصرِ حاضر میں تعلیم کا مقصد صرف اور صرف پیشہ (profession) مقام (placement) اور پیسہ و سرمایہ بٹورنا رہ گیا ہے۔ ہر نوجوان انھی تین چیزوں کے پیچھے بھاگتا ہے اور ہر ایک کیریئر کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے دن رات ایک کردیتا ہے۔ خلافتِ عثمانیہ تک دین کی سرپرستی خلافت کرتی تھی، لہٰذا علماء خوشحال تھے۔ اب سائنس کی سرپرستی ریاست کرتی ہے، لہٰذا سائنس و سوشل سائنس کے تمام لوگ خوش حال ہیں۔ جدید ریاست سائنس کی سرپرستی ختم کردے تو سائنس کا غبارہ ایک دن میں پھٹ جائے گا۔
11. عالم کاری (Globalization) کے ذریعے مغرب پوری دنیا میں آزاد تجارتی منڈی قائم کرچکا ہے جس کے نتیجے میں سیکولرزم اور الحادی نظریات کی تخم ریزی ہورہی ہے۔ عالم کاری ایک ایسا رجحان ہے کہ مغرب اس کے ذریعے دنیا کے ہر کونے میں آزاد معیشت اور تجارتی منڈی کو فروغ دے رہا ہے۔ اس دنیا میں اہلِ مغرب اپنی تہذیب کے اثرات بھی تیزی کے ساتھ مرتب کررہے ہیں۔ اس تہذیب کی ظاہری چمک دمک نوجوانوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے مغرب جن چار چیزوں کو وسیع پیمانے پر پھیلانے کے لیے مصروف عمل ہے وہ یہ ہیں: تہذیب، ٹیکنالوجی، معیشت، جمہوریت اور اس کے علاوہ سرمایہ داروں اور ایم این سیز (Multi-National Companies) کو بھی خوب پذیرائی مل رہی ہے۔ ان سبھی اداروں نے سب سے زیادہ جس طبقے کو اپنی گرفت میں کررکھا ہے وہ نوجوان طبقہ ہے۔

12. سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ الٰہی تعلیمات سے نابلد اور دوری اختیار کیے ہوئے ہیں۔ نوجوان طبقہ عموماً قرآن مجید کو ایک رسمی اور مذہبی کتاب سمجھتا ہے۔ اس کتاب کے متعلق ان کا تصور یہ ہے کہ اس کے ساتھ اگر تعلق قائم بھی کر لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ تلاوت ہی تک محدود رہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ کتاب زمانہ حال کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کی اہلیت اور صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کتاب انقلاب ہے یہ جہاں عبادت کے بارے میں رہنمائی کرتا ہے وہیں سیاسی معاملات کے لیے بھی رہنما اصول بیان کرتا ہے۔ جہاں اخلاقی تعلیمات کے بارے میں ہدایات دیتا ہے وہیں یہ اقتصادی نظام کے لیے بھی ٹھوس بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ یہ جہاں حلال و حرام کے درمیان تمیز سکھاتا ہے وہیں یہ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت بھی پیدا کرتا ہے۔

نتائج وسفارشات

13. عصری اداروں کے نظام و نصاب کی بدولت نسل نو کے دلوں سے ایمان واسلام بلکہ مذہب کی عظمت واہمیت یکسر ختم ہو جاتی ہے اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ سکول وکالج اور یونیورسٹی میں ضروری دینی تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔

14. ایک طرف دینی مدارس کے طلباء میں انتہاء پسندی، فرقہ واریت اور دوسرے مسالک کے خلاف تعصب پیدا ہو رہا ہے تو دوسری طرف تعلیم یافتہ لوگوں میں اسلام کے بنیادی عقائد اور بہت سے احکام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہو گئے اور وہ بے اطمینانی و بے اعتمادی کا شکار ہو گئے، لہٰذا ان دونوں تعلیمی نظام کے مابین فاصلے کم کر کے اعتدال پر لانے کی ضرورت ہے۔

15.

16. عصری تعلیم نے طلباء میں مادیت پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہر طالب علم مادیت پرستی کی طرف مائل ہے۔ چوں کہ اس تعلیم کا مقصد، محض تن پروری و تن آسانی، عیش پرستی ہی دماغوں میں بٹھایا جاتا ہے، اس لئے ہر تعلیم یافتہ حرص وہوس کا غلام بن کر آتا ہے اور مال ودولت کے جمع کرنے میں اندھا، بہرا ہو کر لگ جاتا ہے؛ نہ حلال وحرام کی تمیز سے اس کو کوئی دلچسپی ہوتی ہے۔ اخلاقیات سے یہ عاری تعلیم ہے۔ اس کی بنسبت مدارس میں اخلاقی تعلیم پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ لہٰذا عصری اداروں میں اخلاقیات پر خصوصی توجہ دی جائے۔

17. ضرورت اس امر کی ہے مدارس میں سائنس و ٹیکنالوجی کے شعبہ جات قائم ہونے چاہئے۔ مسلکی ہم آہنگی کے لئے بین المسالک مدارس کے درمیان مکالمے اوور سیمینار ہونے چاہئے۔

References

[1] Inayatullah, The Purpose of Islamic Studies and its History, Monthly Ma'arif, Azamgarh, Darul Musnafin, Shibli Academy,june 1970,v 105,issu no 6, p 411

[2]Gordon DS, Translator Dr. Khalil-ur-Rehman, Principles of Education and Practice of Education, Delhi, National Council for the Promotion of Urdu Language, 2016, p.15

[3]Nadvi, Abu Al-Hassan, Madrasa Islamia, Bareilly, Syed Ahmad Shaheed Academy, p 35

[4] Hafiz Nazar Ahmad, A Brief Review of Religious Madrassas in Pakistan, Islamabad, Institute of Policy Studies, p34

[5]Nadavi, Abu Al-Hassan, Islamic Schools, p 29
[6]Hazarawi, Abdul Qayyum, Religious Education: At a Glance, Islamabad, Institute of Policy Studies, p40
[7]Hazarawi, Abdul Qayyum, Religious Education: At a Glance, Islamabad, Institute of Policy Studies, p40
[8] Nazar Ahmad, Review of Madrassas Arabia West Pakistan, Islamabad, Institute of Policy Studies, p668
[9] Khalid, Saleem Mansoor, Religious Madrassas, Islamabad, Institute of Policy Studies, p. 334
[10]Muslim Sajjad, Religious Madrassas and Islamic Society, Islamabad, Institute of Policy Studies, p. 234
[11] Muslim Sajjad, Religious Madrassas and Islamic Society.p70
[12]Nadavi, Abu Al-Hassan, Islamic Schools, p77
[13]Shirazi, Maroof Shah, Reform of Religious Madrassas, Education System of Religious Madrassas, Islamabad, Institute of Policy Studies, p79
[14]Nadvi, Muhammad Nazim, Concept and Reform of Religious Education System, Education System of Religious Madrassas, Islamabad, Institute of Policy Studies, p190
[15]Nadavi, Abu Al-Hassan, Islamic Schools, p44
[16]Khalid, Saleem Mansoor, Religious Madrassas, p 297
[17]Imam Ghazali, Revival of Sciences, Karachi, Ancient Library, 1980, p 15
[18]Khalid, Saleem Mansoor, Religious Madrassas, p 257
[19] Muhammad Shah Nawaz Alam Qasmi, Jamia Millia Islamia, New Delhi, Impact of Arabic Madrassas on Muslim Society, www.darululoom-deoband www.darululoom-deoband
[20]Syed Hamid, Former Vice Chancellor, Aligarh Muslim University. Teaching of Ethical Values in Religious Madrassas, Monthly Life: New Delhi, February 2020,v 23, issu 2, p 235
[21]Nadavi, Abu Al-Hassan, Islamic Schools, p 29
[22]Nadvi Abu Al-Hassan, Fortress of Islam, Lucknow, Department of Construction and Development, 20,19
[23]Khalid, Saleem, Education in Religious Madrassas, Education System of Religious Madrassas, Islamabad, Institute of Policy Studies, p.292
[24]Muslim Sajjad, Religious Madrassas and Islamic Society.p72
[25]Khalid, Saleem, Education in Religious Madrassas, Education System of Religious Madrassas, Islamabad, Institute of Policy Studies, p225
[26]Daily Dawn Karachi, December 2, 2000, p7

[27]Benazir Bhutto, The News,5March,2001
[28]Kanwar Idris, Article, Daily Dawn, 18 March,2001
[29]Kamil Bangash, Article, The News, 14 aprile, 2001
[30]Rehan Isfahani, Article, Daily Dawn, 29 March,2001
[31]Jessica Season,Daily Dawn, Karachi, 2 December,2000, p7
[32]Jessica Season,Daily Dawn, Karachi, 2 December,2000, p7
[33]Newspaper Nawa-e-Waqt, Lahore,14 February, 2002, p16
[34]Ansari, Abdul Latif, Religious Curriculum and Administration, Education System of Religious Madrassas, Islamabad, Institute of Policy Studies, p141
[35]Paracha, Practical Correctional Measures in Religious Madrassas, Education System of Religious Madrassas, Islamabad, Institute of Policy Studies, p185
[36]Madani, Ahsan Jameel, Religious Curriculum Reform, Lahore, Monthly Muhaddith, June 2001, p18.
[37]Khalid, Saleem Mansoor, Religious Madrassas, p 252
[38]Khalid, Saleem Mansoor, Education in Religious Madrassas, p 267
[39]Khalid, Saleem Mansoor, Education in Religious Madrassas, p 328
[40]Nadavi, Abu Al-Hassan, Islamic Schools, p189
[41]Qasmi, Sohail Akhtar, Madaris Diniya, Monthly Darul Uloom Deoband No. 9-10, September, October, 2009, p75
[42]Muslim Sajjad, Religious Madrassas and Islamic Society.p72
[43]Shirazi, Maroof Shah, Reform of Religious Madrassas, Education System of Religious Madrassas, p183